مولانا مفتی محمد زاہد*

# نشے کی طلاق اور طلاق کے لیے عقل وہوش کا مطلوبہ معیار

ذیل کی سطور آج سے پانچ چھ سال قبل لکھ کر ملک متعدد اہلِ افتا کی خدمت میں بھیجی گئی تھیں، تا کہ اس کے ذریعے اس مسئلے پر غور کی دعوت دی جائے۔ تاہم ایک دو کے علاوہ کسی جگہ سے اب تک جواب سے سرفرازی نہیں ہوسکی۔ اب ان گذارشات کو اس لیے شائع کیا جارہا ہے کہ وسیع پیمانے پر اہل علم تک پہنچا کر ان کی آراء سے استفادہ کیا جاسکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کل طلاق جائز الاطلاق المعتوه المغلوب علی عقله (جامع الترمذی رقم: ۱۱۹۱)۔ اگرچہ تکنیکی طور پر اس حدیث کی سند پر محدثانہ کلام ہوسکتی ہے اور خود امام ترمذی نے بھی اس حدیث کے ایک راوی عطاء بن عجلان جو اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں بہت ضعیف ہیں، لیکن اہم بات یہ ہے کہ فقہا کے ہاں اس مضمون کو قبول عام حاصل ہے۔ امام ترمذی نے اسے حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد کہا ہے کہ اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔ اس کے علاوہ یہی مضمون حضرت علیؓ سے موقوفاً بھی نقل کیا گیا ہے اور وہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ امام بخاری نے بھی اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی بنیاد پر اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ زوالِ عقل وقوعِ طلاق سے مانع ہے، یعنی جس کی عقل زائل ہوچکی ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ زوالِ عقل کا وہ کون سا درجہ ہے جو طلاق کے واقع ہونے سے مانع ہے، آیا اس کے لیے بالکلیہ عقل کا زائل ہوجانا یعنی جنون کی حد تک پہنچ جانا شرط ہے یا اس سے کم درجہ بھی کافی ہے، نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم جاننے سے پہلے اس سوال کا جائزہ لے لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

زیرِ بحث مسئلے کے علاوہ متعدد مواقع ایسے ہیں جہاں فقہاء، بالخصوص فقہائے حنفیہ نے زوالِ عقل کی وجہ سے طلاق نافذ نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، جو حسبِ ذیل ہیں۔

## ۱۔ معتوہ کی طلاق

جس طرح مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح فقہاء بالخصوص فقہائے حنفیہ کی تصریح کے مطابق ''معتوہ'' کی

---

* شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد۔ zahidimdadia@yahoo.com

طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔(الدرالمختار۳/۲۴۳)۔"عتـــہ" کی وضاحت کرتے صاحبِ درمختار نے لکھا ہے: "ھـو اختـلال فـی الـعقل" ۔علامہ شامی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے البحر الرائق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مجنون اور معتوہ کے درمیان فرق کے سلسلے میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ معتوہ وہ ہوتا ہے جس کی سمجھ بوجھ کم ہو، اس کی گفتگو غیر مربوط ہو اور اس کی تدبیر فاسد ہو، البتہ وہ گالی گلوچ اور مار پیٹ نہ کرتا ہو، جبکہ مجنون کی علامات اس سے مختلف ہوتی ہیں۔شامی کے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں:

وأحسـن الاقـوال فی الفرق بینھما أن المعتوہ ھو قلیل الفھم، المختلط الکلام ، الـفـاسـد التـدبیر،لکن لایضرب و لایشتم ،بخلاف المجنون ۔ (حاشیہ ابن عابدین علی الدرالمختار ج۳ص۲۴۳)

## ۲ جائز نشے کی حالت میں طلاق

اگر نشہ کسی ایسے سبب سے جو گناہ کا موجب نہ ہو، مثلاً بعض ادویہ جن میں نشے کی تاثیر بھی ہوتی ہے انہیں دوا کی نیت سے استعمال کیا،لیکن اتفاقاً نشہ آ گیا اور اسی حالت میں طلاق دے دی تو اکثر فقہاء کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی۔لیکن اس نشے کی تعریف کیا ہے، یا نشے کا کون سا درجہ مراد ہے، تو امام ابوحنیفہ سے نقل کیا گیا ہے کہ "سکران" سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اتنی زائل ہو چکی ہو کہ اسے زمین وآسمان اور مرد وعورت کی تمییز باقی نہ رہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک نشے کی حالت سے مراد ایسی کیفیت ہے جس میں آدمی بے ہودہ اور بے ربط سی باتیں کرتا ہو۔یہاں اول تو اکثر مشائخِ حنفیہ نے اس مسئلے میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ومـال أکثـر الـمشائخ الی قولھما ، وھو قول الأئمۃ الثلاثۃ، واختاروہ للفتوی،لأنہ الـمتـعارف،وتأیّد بقول علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ : "اذاسکر ھذی "...... وبہ ظھر أن المختار قولھما فی جمیع الأبواب فافھم (حاشیہ ابن عابدین علی الدرالمختار ج۳،ص۲۳۹)

دوسرے علامہ شامی نے ابن الہمام سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے نشے کے لیے جو شرط لگائی ہے کہ اسے زمین وآسمان کی تمییز نہ رہے اس سے مراد وہ نشہ ہے جس کی وجہ سے حد واجب ہوتی ہے، اس لیے کہ اگر نشہ اس سے کم درجے کا ہے تو شبہ پیدا ہو جائے گا اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔جہاں تک حد کے علاوہ باقی احکام کا تعلق ہے مثلاً اس کے تصرفات کا نافذ نہ ہونا تو اس کے لیے امام صاحب کے نزدیک بھی نشے کی وہی تعریف ہے جو صاحبین کے نزدیک ہے،ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:

"وأما تعریفہ عندہ فی غیر وجوب الحد من الأحکام فالمعتبر فیہ عندہ اختلاط الکلام والھذیان کقولھما"۔

پچھلی عبارت میں اکثر مشائخ کی دلیل میں جو کہا گیا تھا"لأنـہ الـمتـعارف" اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے نشے میں ہونے یا نہ ہونے کا مدار عرف پر ہے۔عرفاً جس شخص کو نشے میں سمجھا جائے وہ شرعاً بھی سکران ہوگا، یہی بات

شافعیہ میں سے نووی نے کافی بحث کے بعد نقل کی ہے اور اسے اقرب قرار دیا ہے۔ (روضۃ الطالبین ۸/۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کے عدمِ وقوع کے لیے زوالِ عقل کا یہ درجہ شرط نہیں ہے کہ اسے اپنے آپ کا، اپنے اردگرد کا اور اپنی کہی ہوئی باتوں کا ہی ہوش نہ ہو، بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی گفتگو پر کنٹرول نہ ہو۔

## ۳ نابالغ بچے کی طلاق

حنفیہ اور دیگر کئی فقہاء کے ہاں نابالغ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، اگرچہ وہ قریب البلوغ ہو یا صبی ممیّز ہو یعنی اسے طلاق وغیرہ ایسے تصرفات کی سمجھ ہو، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابن الہمام لکھتے ہیں:

معلوم من كليات الشريعة أن التصرفاتِ لاتنفذ الاممن له أهلية التصرف، وأدرنا هـا بالعقل والبلوغ، خصوصاماهو دائر بين الضرر والنفع، خصوصا مالا يحل الا لانتفاء مصلحة ضده القائم كالطلاق، فانه يستدعى تمام العقل، ليحكم به التمييز فى ذلك الأمر ولم يكفِ عقلُ الصبى العاقل لأنه لم يبلغ الاعتدال...... (فتح القدیر ج۳ص۴۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کے نفاذ کے لیے عقل یا ہوش وحواس کا فی الجملہ موجود ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ''تمام العقل'' کا ہونا یعنی ایسی ذہنی کیفیت کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ تصرف کرنے سے پہلے اور لفظ زبان سے نکالنے سے پہلے اس معاملے پر مرتب ہونے والے نفع ونقصان میں موازنہ کرنے کی پوزیشن میں ہو۔

## ۴ غصے کی حالت میں طلاق

علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ''طلاق المدہوش'' اور ''طلاق الغضبان'' پر تفصیلی بحث کی ہے، انہوں نے ابن القیمؒ کے رسالہ ''طلاق الغضبان'' سے نقل کیا ہے کہ غصے کی تین حالتیں ہیں۔ ایک ابتدائی حالت ہے، جس میں آدمی کو پتا ہوتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے قصد اور ارادے سے کہہ رہا ہوتا ہے اس حالت میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ ایک انتہائی حالت ہے کہ غصے کے غلبے کی وجہ سے اسے پتا ہی نہ ہو کہ میں کیا کررہا ہوں، اور بغیر قصد وارادے کے اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوں، اس حالت میں دی گئی طلاق کے بلاشک وشبہ واقع نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ تیسری حالت وہ ہے جو مذکورہ ان دو کیفیتوں کے بین بین ہے، اس صورت میں دی گئی طلاق کا حکم قابلِ غور ہوسکتا ہے، دلائل کا مقتضا یہاں بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو۔

ابن القیم کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیل نقل کرنے کے بعد علامہ شامیؒ نے اس پر وارد ہونے والے بعض اشکالات کا جواب دینے کے بعد ابن القیم کی رائے کی تائید کرتے ہوئے اس طرف رجحان ظاہر کیا ہے کہ ''مدہوش'' اور ''غضبان'' کے بارے میں مذکورہ مثالوں میں فقہاء کی تصریحات اور تعلیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے لیے طلاق دینے والے میں عقل کا جو درجہ ضروری ہے کہ اس میں صرف یہ شرط نہیں ہے کہ علم

اور ارادہ موجود ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ تصرف سمجھ بوجھ کی حالت میں کیا ہو۔ سمجھ بوجھ سے مراد یہ نہیں ہے کہ طلاق دینے والا بہت زیرک شخص ہو، نہ ہی یہ مراد ہے کہ وہ عملاً تمام عواقب ونتائج پر اچھی طرح غور کر کے اس طرح کا قدم اٹھائے بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ اس کی ذہنی حالت ایسی ہو کہ اپنی سمجھ بوجھ کو استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہو۔ اگر اس حوالے سے اس کی ذہنی حالت نارمل ہے تو بغیر سوچے سمجھے طلاق دے دیتا ہے تو اس کی حماقت کے باوجود طلاق واقع ہو جائے گی۔ تاہم اگر کوئی ایسا عارضہ لاحق ہے جس کی وجہ سے اس کی ذہنی حالت غیر عادی اور ابنارمل ہو گئی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر بات نہیں کر سکتا جیسے سکران (بسبب جائز) مدہوش، معتوہ، مجنون اور نائم وغیرہ میں ہوتا ہے یا اس کی سمجھ بوجھ شریعت کی نظر میں ابھی نشو ونما کے مراحل میں ہے جیسے نابالغ میں ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حاصل یہ کہ طلاق کے وقوع کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا شرعی طور پر اکتمالِ عقل (بلوغ) کے بعد اسے استعمال کرنے کی پوزیشن میں ہو، خواہ عملاً اسے استعمال کرے یا نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ذہنی حالت اس کے قابو میں ہو۔ حدیث کے الفاظ "المعتوہ المغلوب علی عقلہ" کا مقتضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ حدیث میں جس کو وقوعِ طلاق سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے وہ مفقود العقل نہیں بلکہ مغلوب العقل ہے۔

یہاں تک لکھنے کے بعد سرخسی کی ایک عبارت مل گئی جس میں وہ نشے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لأن بالسکر لایزول عقلہ وانما یعجز عن استعمالہ لغلبة السرور علیہ۔

اس میں بعینہ وہی بات کہی گئی ہے جو اوپر فقہا کے ذکر کردہ متفرق احکام سے مستنبط کی گئی تھی۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر نشہ حرام سبب سے نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ عدمِ وقوعِ طلاق کے لیے آخری درجے کا زوالِ عقل ضروری نہیں، بلکہ اس کے استعمال سے عاجز ہونا کافی ہے۔ مدہوش اور غضبان دونوں میں طلاق واقع نہ ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بدحواسی اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے، بلکہ غلبۂ ہذیان اور سنجیدہ وغیر سنجیدہ گفتگو کا ملا جلا ہونا کافی ہے، تائید میں انہوں نے "سکران" (جبکہ نشہ حرام سبب سے نہ ہو) کی مثال پیش کی ہے کہ اس میں حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق نشے کا اتنا درجہ ہی کافی ہے، آگے چل کر علامہ شامیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر مدہوش، غضبان اور سکران وغیرہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ انہیں معلوم بھی ہے اور کہہ بھی قصداً اور ارادے سے رہے ہیں لیکن عمومی گفتگو سے عقل کا اختلال واضح ہو رہا ہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ سمجھ بوجھ کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان کا قصد اور ارادہ غیر معتبر ہے جیسا کہ صبی ممیز میں ہوتا ہے کہ وہ اگر طلاق دے تو اپنے قصد اور ارادے سے دیتا ہے لیکن سمجھ بوجھ کے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

علامہ شامی کی بحث کے چند اقتباسات یہاں پیش کیے جاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"والذی یظھر لی أن کلامن المدھوش والغضبان لایلزم فیه أن یکون بحیث لایعلم مایقول، بل یکتفی فیه بغلبة الھذیان واختلاط الجد بالھزل کما ھو المفتی به فی السکران علی مامر"۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

والذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه إناطة الحکم بغلبة الخلل فی أقواله وأفعاله، الخارجة عن عادته، وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبرأومرض أو لمصیبة فاجأته، فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأفعال والأقوال لاتعتبر أقواله، وان کان یعلمها ویریدها، لأن هذه المعرفة والإرداۃ غیره معتبرة لعدم حصولهاعن إدراك صحیح کمالا تعتبر من الصبی العاقل۔ (شامی ج۳ص۲۴۴)

## ۵۔ ذہنی مریض کی طلاق

مذکورہ تفصیل سے ایسے لوگوں کی طلاق کا حکم بھی معلوم ہوگیا جوڈپریشن وغیرہ نفسیاتی بیماریوں کے دورے کے دوران طلاق دے دیتے ہیں، آج کل اس طرح کے نفسیاتی امراض بہت عام ہیں اور بہت سے حالات میں تو ان کا سبب ہی ازدواجی اورخاندانی مسائل ہوتے ہیں، اگرکوئی دوسرا سبب بھی ہوتب بھی ان نفسیاتی کیفیات کی تان زیادہ تر گھریلو معاملات پر ہی ٹوٹتی ہے اورمریض اپنی بھڑاس یہاں نکالنے کوشاید زیادہ آسان سمجھتا ہے، اس لیے اس طرح کے مریض کے گھریلو معاملات پر تکرار کے دوران اس بات کے امکانات بڑھ جاتے ہیں کہ وہ خاص اشتعالی یادورے کی کیفیت میں ہو، اگرکوئی شخص واقعتاً ایسی کیفیت میں طلاق دے دیتا ہے تو مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے، اوپر ذکرکردہ علامہ شامی کی عبارت "وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبرأو مرض أو لمصیبة فاجأته" سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

آج کل دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض اوقات طلاق دینے والا واقعتاً نفسیاتی مریض اورنفسیاتی معالج کے زیرعلاج ہوتا ہے۔ اس کے معالج کی اس بات پر تصدیق بھی ہوتی ہے کہ اس کی بیماری اس نوعیت کی ہے کہ ناگوار بات سننے یا دیکھنے کی صورت میں اس کی ذہنی حالت قابو سے باہر ہوجاسکتی ہے اوروہ جومنہ میں آتا ہے کہ ڈالتا ہے، اپنی سمجھ بوجھ کواستعمال کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود طلاق کے واقع ہونے کا فتوی دے دیا جاتا ہے، جوکہ مذکورہ تفصیل کے مطابق خلافِ اصول ہے۔

البتہ یہ الگ معاملہ ہے کہ طلاق دینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ اس کے طلاق دینے کے وقت یہی کیفیت تھی تو کب اس کی بات تسلیم کی جائے گی کب نہیں، بہرحال اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ وہ پہلے سے اس طرح کا مریض چلا آرہا ہے تواس کی یہ بات تسلیم کی جانی چاہیے۔

اس تفصیل کے بعد اب ہم آتے ہیں اصل مسئلے کی طرف، یعنی نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم کیا ہے، تواس سلسلے میں پہلے فقہاء کے مذاہب پر نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حنفیہ کے ہاں معروف اورمفتی بہ قول کے مطابق نشہ اگر ایسے سبب سے ہو جومعصیت نہ ہو تو سکران کی طلاق واقع

نہیں ہوگی، اور اگر نشہ کسی ایسے سبب سے ہے جو معصیت ہے تو نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس دوسری قسم کے نشے میں خمر تو بالاتفاق داخل ہے۔ دیگر ناجائز نشوں کے بارے میں متعدد مواقع پر اقوال کا اختلاف بھی ہے، بالخصوص غیر مائع نشہ آور چیزیں مثلاً بھنگ، افیون وغیرہ، یا وہ مائع نشہ آور چیزیں جو انگور، کشمش، کھجور اور چھوارے سے نہ بنی ہو۔ تاہم متاخرین کا عمومی رجحان ان چیزوں کے نشے میں بھی طلاق کے وقوع کی طرف ہے، الا یہ کہ استعمال کرنے والے نے ان میں سے بطور دوا استعمال ہونے والی چیز بطور دوا ہی استعمال کی ہو۔

حنفیہ میں سے طحاوی اور کرخی نے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ کسی بھی قسم کے نشے میں کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، امام زفر اور محمد بن سلمہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے، علامہ علاؤ الدین شامی کی ایک عبارت (تکملہ ج ۸ ص ۱۹۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن زیاد کا مذہب بھی یہی ہے، امام غزالی نے الوسیط (۵/۳۹۰) میں امام ابو یوسف کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے، تاتارخانیہ میں بعض کتب سے اس کا مفتی بہ قول ہونا بھی نقل کیا ہے، لیکن شامی نے اسے عام متون کے خلاف قرار دیا ہے۔

مالکیہ میں سے بعض حضرات کے نزدیک نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن مالکیہ کے ہاں معروف یہ ہے اور خود امام مالک کی تصریح بھی یہ ہے کہ یہ طلاق واقع ہو جائے گی، البتہ مالکیہ کے ہاں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وقوعِ طلاق کی وجہ کیا ہے، ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ نشے میں کی حالت میں عقل بالکل زائل نہیں ہوتی بلکہ کچھ نہ کچھ باقی رہتی ہے اس لیے اس کا تصرف نافذ ہوگا۔ اس قول کے مطابق اگر نشہ اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور عقل بالکلیہ زائل ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس وجہ کے مطابق مالکی اور حنفی مذہبوں میں اصولی اختلاف ہو جائے گا، کہ حنفیہ کے نزدیک طلاق کے عدمِ نفاذ کے لیے زوالِ عقل شرط نہیں بلکہ اس کا مغلوب ہونا ہی کافی ہے، جبکہ مالکیہ کی اس توجیہ کے مطابق عدمِ وقوعِ طلاق کے لیے زوالِ عقل ضروری ہوگا۔ مالکیہ کے ہاں طلاق واقع ہونے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ چونکہ اس نے اپنی ذہنی کیفیت خود اپنے اختیار سے حرام سبب سے پیدا کی ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اس پر ہوش وحواس والے شخص کے احکام جاری ہوں گے۔ اس توجیہ کے مطابق اگر نشا اپنی انتہاء کو بھی پہنچا ہوا ہو، اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (الشرح الکبیر ج ۲ ص ۳۶۵، التاج والاکلیل ج ۴ ص ۴۳)

شافعیہ کے ہاں اگر تو نشہ کسی ایسے سبب سے ہو جس میں اس شخص کی تعدی اور غلطی نہ ہو تو بالاتفاق طلاق نہ ہوگی، اور اگر نشہ کسی ناجائز سبب سے ہو تو امام شافعی کے اس مسئلے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرا یہ کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ پہلے قول کو قول قدیم قرار دیا گیا ہے، اور ابوثور، مزنی، ابوسہل، ابوطاہر الزیادی نے اسے ہی اختیار کیا ہے اور امام غزالی نے اسے اقیس قرار دیا ہے (الوسیط ج ۵ ص ۳۹۰، روضۃ الطالبین ج ۸ ص ۶۲) جبکہ دوسرے قول کو قولِ جدید قرار دیا گیا ہے اور بیشتر شافعیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

سکران کے حکم بارے میں مرداوی نے الانصاف میں امام احمد سے پانچ روایتیں ذکر کی ہیں، ان میں تین کے مطابق طلاق واقع نہیں گی اور دو کے مطابق واقع ہو جائے گی، ترجیح میں بھی حنابلہ کے اقوال مختلف ہیں۔

صحابہ وتابعین میں سے سعید بن المسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی، زہری اور شعبی وغیرہ وقوعِ طلاق کے قائل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا فیصلہ نقل کیا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور یہی مذہب منقول ہے القاسم بن محمد، طاؤس، عکرمہ، عطا اور ابوالشعثاء وغیرہ سے۔ عمر بن عبدالعزیز پہلے طلاق واقع ہونے کے قائل تھے، بعد میں رجوع کر لیا تھا اور واقع نہ ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔

جو حضرات طلاق سمیت سکران کے اقوال کو معتبر اور نافذ مانتے ہیں انہوں نے اس مسئلے پر کوئی واضح نص پیش نہیں کی، جن نصوص سے کسی درجے میں استدلال کیا بھی ہے تو وہ ان حضرات کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے جو مطلقاً نشے کی حالت کو مزیلِ اہلیت نہ مانتے ہوں اس لیے کہ اس میں عقل بالکلیہ زائل نہیں ہوتی خواہ نشہ جائز سبب سے ہو مثلاً قرآنی آیت: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُکَارَی [النساء۴: ۴۳] سے بعض فقہائے حنفیہ نے بھی استدلال کیا ہے، قطع نظر اس امر کے کہ یہ استدلال کس حد تک واضح ہے اس پر یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی تھی جب شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لیے اس سے ثابت ہونے والے اصول کا اطلاق جائز نشے کی حالت پر بھی ہونا چاہیے جبکہ حنفیہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔

دوسری طرف جن حضرات کے نزدیک نشے کی حالت میں اقوال نافذ اور معتبر نہیں ہیں ان کا ایک اہم استدلال ماعز بسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقعات سے ہے کہ ان کے اقرار کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال یہ بھی کیا کہ اس نے کہیں شراب تو نہیں پی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نشے کی حالت میں کیا گیا اقرار معتبر نہیں ہے، اگرچہ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدود چونکہ شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اور نشے کی حالت میں اقرار بھی شبہ سے خالی نہیں اس لیے اس اقرار کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ البتہ حدیث کے الفاظ ''المعتوہ المغلوب علی عقلہ'' کا عموم ان حضرات کی اہم دلیل ہے کہ اس میں اس بات کی وجہ سے فرق نہیں کیا گیا کہ یہ غلبہ عقل جائز سبب سے ہو یا ناجائز سے۔

بہرحال مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ جو حضرات حرام نشے کی حالت میں وقوعِ طلاق کے قائل ہیں بالخصوص حنیفہ اور شافعیہ ان کا مذہب کسی نص صریح پر مبنی نہیں ہے، اسی طرح ان حضرات کی یہ رائے قیاس اور اصول پر بھی مبنی نہیں ہے، اس لیے کہ شروع میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک اہلیتِ طلاق کے زائل ہونے کے لیے جنون کی کیفیت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ عقل کا مغلوب ہونا ہی کافی ہے اور یہ بات نشے میں ہوتی ہے جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ اسی طرح کا نشہ اگر جائز سبب سے ہو تو ان حضرات کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے اگرچہ بعض حنفیہ نے حرام نشے کی حالت میں طلاق کے وقوع پر اصول سے استدلال کی کوشش کی ہے لیکن ان سب استدلالات پر ایک عمومی اعتراض یہی کیا جا سکتا ہے کہ ان دلائل کے مطابق حلال نشے کی حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے۔

ناجائز نشے میں دی گئی طلاق کے وقع ہونے کی اصل وجہ وہی ہے جو تقریباً تمام فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے ذکر کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نشے کی حالت بذاتِ خود طلاق کے واقع ہونے سے مانع ہے لیکن یہاں یہ مانعیت اپنا اثر اس لیے نہیں دکھائے گی کہ اس نے یہ حالت خود معصیت کے راستے سے پیدا کی ہے۔ گویا نہ صرف یہ کہ وقوعِ

طلاق کا فتویٰ اصول کا مقتضا نہیں ہے بلکہ یہ فتویٰ ایک اصول کی تاثیر کو نظر انداز کر کے گویا خلافِ قیاس دیا گیا ہے۔

نشے کی حالت زوالِ اہلیت طلاق کا ایک سبب ہے، لیکن یہاں طریق کار کے معصیت ہونے کی وجہ سے اس سبب کا اثر مرتب نہیں ہوگا، تو کیا یہ بھی کوئی اصول ہے کہ معصیت کسی سبب کی تاثیر میں مانع بن جاتی ہے۔ تو کم از کم حنفیہ کے ہاں عموماً ایسا نہیں ہوتا، اس کی ایک واضح مثال سفرِ معصیت میں قصرِ حالتِ حیض کی طلاق، اکٹھی تین طلاقیں، ارض مغصوبہ میں نماز وغیرہ ہیں۔ اسی طرح غصب وغیرہ کے کئی احکام سے اس کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہی اعتراض حافظ ابن حجر نے امام طحاوی کا وقوع طلاق کے قائلین پر نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۹۳) اگر بغور دیکھا جائے تو وقوع طلاق کے قائلین کو امام طحاوی کی بات کی معقولیت سے بظاہر انکار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وقوعِ طلاق کے قائلین پر یہ اعتراض تب ہوتا جب وہ یہ کہہ رہے ہوتے کہ وقوعِ طلاق کا فیصلہ اصول اور قواعد یا قیاس کی بنیاد پر ہے، جبکہ ان حضرات کا منشا یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے جو لفظ استعمال کیے ہیں وہ عموماً دو ہیں ایک تغلیظ کا دوسرے زجر۔ تغلیظ کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ وہ اصولی طور پر اس ''رعایت'' کا مستحق تھا کہ اس کی طلاق واقع نہ ہو لیکن اس کے غلط طریقِ کار کی وجہ سے بطور سزا یہ رعایت اسے نہیں دی جائے گی۔ اور زجر کے معنی یہ ہیں کہ جب نشے کی حالت میں دی گئی طلاق ہم نافذ کر دیں گے تو یہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی آئندہ نشہ کرنے سے گریز کریں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کم از کم حنفیہ کے ہاں وقوعِ طلاق کا حکم محض انتظامی ہے اصولی یا منصوص نہیں ہے۔ مذکورہ بالا بحث کا مقصد بھی دلائل کے اعتبار سے کسی قول کو راجح یا مرجوح قرار دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہی دیکھنا ہے کہ وقوعِ طلاق کے قائلین کا اصل منشا کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کو حکم انتظامی قرار نہ دیا جائے تو اشکالات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انتظامی نوعیت کے حکم کا انحصار حالات پر بھی ہوتا ہے جیسے سدّ ذریعہ وغیرہ پر مبنی احکام میں ہوتا ہے، اس لیے حالات کی تبدیلی کی صورت میں ایسے احکام میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

آج کے حالات کے پیشِ نظر نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا فتویٰ کئی وجوہ سے نظر ثانی کا محتاج معلوم ہوتا ہے، مثلاً:

۱) جیسا کہ اوپر بیان ہوا بیشتر فقہاء بالخصوص فقہائے حنفیہ نے سکران کی طلاق کو ''تغلیظاً''، ''عقوبۃً'' اور ''تشدیداً'' نافذ قرار دیا ہے۔ اس مسئلے میں فقہاء کی عبارات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے، ظاہر ہے کہ ''تغلیظ''، ''تشدید'' اور ''عقوبت'' اسی شخص پر ہونی چاہیے جس سے معصیت کا صدور ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء کے پیشِ نظر عموماً وہ صورتیں تھی جن میں وقوعِ طلاق کا نقصان خاوند کو ہوتا ہے، جبکہ ہمارے زمانے میں بالخصوص برِّصغیر کے سماجی حالات میں عموماً طلاق کے اثراتِ بد مرد سے کہیں زیادہ بیوی اور اس کے بچوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک کے کیے کی سزا دوسروں کو دینا جبکہ جس حکم کے ذریعے سزا دی جارہی وہ غیر منصوص ہو بلکہ نص (المغلوب علی عقلہ) کے عموم اور عام اصول کے بھی خلاف ہو، قرینِ مصلحت اور قرینِ انصاف نہیں ہے۔

۲) فقہاء نے وقوعِ طلاق کی ایک وجہ ''زجر'' بیان کی ہے، لیکن اول تو ہمارے زمانے میں یہ سوال اہم ہے کہ وقوعِ طلاق کے فتوے سے یہ مقصد حاصل ہو بھی رہا ہے یا نہیں، دوسرے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حکم ایک مصلحت کے حصول

یا ایک مفسدے کے ازالے کے لیے ہے، یعنی لوگ نشے سے بچ جائیں۔ نشہ بھی ایک مفسدہ ہے اور طلاق بھی ایک مفسدہ ہے، جسے ابغض الحلال قرار دیا گیا ہے اور حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ ابلیس اپنے اس چیلے کو زیادہ شاباش دیتا ہے جو زوجین میں تفریق کرا کے آیا ہو، بالخصوص ہمارے ماحول میں اس کے مفاسد پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئے ہیں، معاشی تنگی، مفاد پرستی اور خودغرضی کے ماحول کی وجہ سے بیوی بچوں کی کفالت کے بے شمار پیدا ہوجاتے ہیں اور بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسائل اس سے بھی سنگین ہوتے ہیں۔ ان حالات میں وقوعِ طلاق اور عدم وقوع دونوں پر مرتب ہونے والے مفاسد کے توازن کو مدنظر رکھ کر اس مسئلے پر از سر نو غور کی ضرورت ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عموماً وقوعِ طلاق کے مفاسد اس متوقع فائدے (زجر عن السکر) سے زیادہ ہوتے ہیں۔ نیز زجر کا فائدہ محتمل ہے اور وقوعِ طلاق کے مفاسد یقینی، اس لیے ہمارے زمانے میں عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ ہی انسب معلوم ہوتا ہے۔

۳) یوں لگتا ہے کہ سکران کی طلاق واقع کرنے میں فقہاء کے پیشِ نظر احتیاط کا پہلو بھی تھا، چنانچہ شہد یا اناج سے بنے ہوئے نبیذ مسکر پر بحث کرتے ہوئے ابن نجیم بزازیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"المختار فی زماننا لزوم الحد ،لأن الفساق یجتمعون علیه،و کذا المختار وقوع الطلاق،لأن الحد یُحتال لدرئه و الطلاق یحتاط فیه، فلما وجب مایحتال لأن یقع مایحتاط أولی"۔

اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ان احکام میں سے ہے جنہیں فقہاء بطور احتیاط بھی ثابت کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ احتیاط کو اسی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جبکہ اس پر دیگر مفاسد ومضار مرتب نہ ہو رہے ہوں۔

۴) جیسا کہ اوپر ذکر ہوا سکران کی طلاق واقع ہونے کا حکم منصوص یا اصولی نہیں انتظامی ہے۔ اول تو لزومِ مفاسد وغیرہ کی وجہ سے ویسے ہی دوسرے مذہب کو اختیار کرنے کی بیسیوں مثالیں فقہاء کے ہاں ملتی ہیں۔ حکم کے انتظامی ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ اور آسان ہوجاتا ہے، اور پھر اس وجہ سے بھی کہ خود حنفیہ میں سے بھی امام زفر، حسن بن زیاد، طحاوی اور کرخی جیسی شخصیات کی آراء عدمِ وقوع کی موجود ہیں۔ مزید برآں یہ کہ ہمارے زمانے میں نشہ یا تو غیر مائع چیزوں سے ہوتا ہے یا ایسے مائعات سے جو انگور یا کھجور سے بنے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے اشربہ اربعہ سے خارج ہوتے ہیں۔ ان نشوں کی حالت میں طلاق کے بارے میں مشائخِ حنفیہ کے اندر مزید اختلاف موجود ہیں اور تصحیح میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً صاحب بحر نے قاضی خان سے عدمِ وقوع کی تصحیح نقل کی ہے، اس لیے عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ دینے میں کوئی زیادہ خروج عن المذہب بھی نہیں پایا جا رہا ہے، اس لیے وقوعِ طلاق والے حکم کی اصل حیثیت وتعلیل کو اور ہمارے زمانے اور علاقوں کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رجحان اس طرف ہو رہا ہے کہ طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیا جائے۔ البتہ اس میں نشے کی نوعیت کی تفصیل میں جانے سے اور قاضی خان وغیرہ کے قول اختیار کرنے کی صورت میں چونکہ بعض نشوں کی شناعت کم ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام زفر، حسن بن زیاد، طحاوی اور کرخی جیسے حضرات کی رائے اختیار کرتے ہوئے کہا جائے کہ نشے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، قطع نظر نشے کی نوعیت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم